فون نمبر ۲۳۸۱ | رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۵۰

بسلسلہ

علامہ فضل حق خیرآبادی نمبر

ہفت روزہ

الہام

بہاولپور

جناب مخدوم محمد اللہ تبریزی صاحب کی نذر
محمد صادق قصوری
11-10-10

WWW.NAFSEISLAM.COM

جلد نمبر ۴۵ | ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء | شمارہ نمبر ۴۰

مدیر: مسعود حسن شہاب دہلوی

مدیر منتظم: شاہد حسن رضوی

قیمت: بیس (۲۰) روپے

مولانا موصوف کے فیصلے کے لئے جیوری بیٹھی۔ ایک اسیسر نے واقعات سُن کر بالکل چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ سرکاری کے مقابل خود مولانا بحث کرتے تھے۔ بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزامات اپنے اوپر خود عائد کیے اور پھر خود ہی مثل تارِ عنکبوت تمام الزامات عقلی و قانونی دلائل سے توڑ دیئے۔ جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا۔ اور ان سے ہمدردی بھی تھی۔ کیونکہ اس نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا۔ وہ مولانا کی عظمت اور تبحر علمی سے بھی واقف تھا۔ وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولانا بری ہو جائیں۔ کرے تو کیا کرے بظاہر یہ نظر آ رہا تھا۔ کہ مولانا بری ہو جائیں گے سرکاری وکیل بھی لاجواب تھے۔

دوسرا دن مقدمہ کی سماعت کا آخری دن تھا۔ مخبر بھی عدالت میں موجود تھا۔ اُس نے عدالت میں آنے کے خوف سے پھر علامہ کی پُر وقار اور بارعب شخصیت سے متاثر ہو کر یہ کہہ دیا کہ یہ وہ فضلِ حق نہیں جس نے فتویٰ دیا ہے لیکن علامہ صاحب نے اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کرنے سے انکار کرتے ہوئے اُس کے پہلے قول کی تائید کی اور فرمایا:

"پہلے اس گواہ نے سچ کہا تھا۔ اور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اور جھوٹ بولا ہے۔ وہ فتویٰ صحیح ہے میرا لکھا ہوا ہے۔ اور آج اس وقت بھی میں اس پر قائم ہوں۔ اور میری انگریزی حکومت کے متعلق وہی رائے ہے جو پہلے تھی"۔

اس جرأت مندانہ موقف، عزیمت و استقلال کے بارے میں ہی شاعر کہتا ہے۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

علامہ فضلِ حق خیرآبادیؒ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے مندرجہ ذیل عقائد:

باطلہ و فاسدہ پر تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ اور امتناع النظیر تصنیف فرما کر مناظرے میں مولوی اسمٰعیل کو چیلنج کیا۔ جو شریعت حق و صداقت کی گرج کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور راہ فرار اختیار کی۔ آپ مغرور من الناظرہ کے عقائد ملاحظہ فرمائیں جن کا رد پیش کیا گیا۔

۱۔ خدا جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ یک روزی۔ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

۲۔ اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا۔ بلکہ جب چاہتا ہے تو غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے (تقویۃ الایمان)

۳۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ص ۱۹ و ص ۲۶)

۴۔ اپنی اولاد کا نام عبد النبی۔ عبد الرسول۔ علی بخش۔ نبی بخش۔ پیر بخش۔ غلام محی الدین۔ معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۸)

۵۔ سب انبیاء و اولیاء اللہ کے سامنے ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۵۵)

WWW.NAFSEISLAM.COM

۶۔ رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ الایمان، ص ۵۵)

۷۔ رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان، ص ۵۵)

۸۔ رسول اللہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۵۵)

۹۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

۱۰۔ رسول کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

۱۱۔ اللہ کے سوا اور کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۳)

۱۲۔ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۹)

۱۳۔ اولیاء و انبیاء، امام زادہ اور پیر و شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں

سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان
کو بڑائی دی، اور بڑے بھائی ہوگئے۔ تقویۃ الایمان ص ۔۔)

اور اس کے مقابلہ میں فتویٰ کی تفصیلات سنیں جن کا مرکزی نقطہ سیدِ انبیاءؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ کا طوافِ عشق و اطاعت ہے:
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جلیلہ
و مناصب جلیلہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے۔ اب
گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنیئے۔ کہ جب معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت و عزت مرتبہ محبوبیت حاصل ہے کہ اس
میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ شرکت اور ہمسری حاصل نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ
وجاہت، عزت اور رتبہ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت
کا سبب ہے۔ تو اب جان لینا چاہیئے کہ شفاعت کبریٰ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا خاص منصب ہے، حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب
ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام جہانوں کے
لئے رحمت، جنوں، انسانوں اور فرشتوں کے لئے ملجا و ماویٰ ہے مشرکین
مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ فائض الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذاب
الٰہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ الخ
"اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفار مکہ کو عذاب دے، جبکہ اے حبیب! (صلی اللہ
علیہ وسلم) تم ان میں موجود ہو۔"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے
تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا۔ مومنوں کو ان پر غالب

ومسلط فرما دیا مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں علاقے اور مال مسلمانوں کو بطور غنیمت عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ ۔۔۔۔ الخ

"ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں، جن کی ذات مبارکہ ان کے باعث امن تھی۔" (تحقیق الفتویٰ اردو ترجمہ ص ۱۲/۱۱)

حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں اپنے اس مفصل و مدلل فتویٰ (جو ۱۸۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے) کا خلاصہ خود تحریر فرمایا ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

<u>خلاصۂ فتویٰ:</u> جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصۂ فتویٰ اور استفتاء کا جواب سنیئے! سائل نے تین سوال کئے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین و الآخرین افضل الانبیاء والمرسلین آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کا پاکیزہ ترین صلوٰۃ، سلام بھیجنے والوں کا بہترین سلام، فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین ہو، کی شانِ عالی اور قدر جلیل وجمیل کی تنقیص و تخفیف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی قباحت پر مشتمل ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعاً کیا ہے۔ اور وہ دین و ملت کے لحاظ سے کون ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور سرتاپا جھوٹ، دروغ، فریب اور دھوکہ ہے، کیونکہ وہ گنہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کی نفی کرتا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء و ملائکہ

علیہم السلام اور اصفیاء سے شفاعتِ وجاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتاب مبین، احادیثِ سید المرسلین اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقام اوّل میں تفصیلاً ثابت ہوا۔ اور مقام ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بطلان دلائل سے واضح ہوا۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلاشبہ بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔ اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے مقام ثالث میں مذکور ہوا۔ اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے۔ اور ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ جو شخص اس کے کفر میں شک وتردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر، بے دین اور مسلمان ولعین ہے۔ مگر کفر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے۔ جو اس گمراہانہ کلام کو قابلِ تحسین جانتا ہے۔ اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کرتا ہے۔ ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے۔ بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس نے نبی اکرم دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریاتِ دین میں سے گمان کیا۔ اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفداری روا رکھتا ہے۔ اور اہل علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دُور از کار تاویلات اختیار کرتا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے۔ کہ ایک بے دین کی طرفداری کو سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت پر ترجیح دی۔ اور ملامت کے خوف بلکہ بتقاضائے بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہوا۔ جو نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف شان پر دلالت کرتا ہے، اور یہ سب کفر اور الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے طفیل اس سے محفوظ رکھے جو تھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت کرنے سے فراغت حاصل ہوئی پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ والحمد للہ رب العالمین۔"

امتناع نظیر کے متعلق آپ نے مفصل اور مضبوط دلائل دیئے ہیں یہاں پر اس کے اعادہ مضمون میں زیادہ طوالت پیدا کرے گا۔ اس لئے علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اثر مرزا اسد اللہ خان غالب کے مندرجہ ذیل اشعار پر اکتفا کرتے ہیں، جن میں انھوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضور کو اللہ جل شانہٗ نے ۔۔۔ خاتم النبیین بنایا ہے۔ اس لئے اس عالم میں حضور کا نظیر پیدا ہونا محال اور ممتنع بالذات ہے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم للعالمین نذیراً للعالمین اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ تو یہ جہاں چھوڑ اور بھی کئی جہان ہوں، لاکھوں کروڑوں جہان ہوں۔ لاتعداد جہان ہوں۔ خاتم الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہیں گے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ کہنا کہ اللہ چاہے تو کروڑوں محمدؐ جیسے پیدا کر سکتا ہے۔ نری گمراہی، ضلالت، حماقت ہے۔ غالب نے اپنے ان اشعار میں امکان نظیر کے خیال کو رد کرتے ہوئے علامہ فضل حق خیرآبادیؒ کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اور اسی رائے سے اپنی موافقت ظاہر کرتے ہوئے جس مدلل طریقے پر ثابت کیا ہے۔ یہ غالب ہی کا حصہ ہے۔ ے

در یکے عالم دو تا خاتم مجوے ۔۔۔ صد ہزاراں عالم و خاتم یکے

غالب ایں اندیشہ نپذیرم ہمی ۔۔۔ خردہ ہم بر خویش می گیرم ہمی

اے کہ ختم المرسلینش خواندۂ ۔۔۔ دانم از روئے یقینش خواندۂ

ایں الف لامے کہ استغراق راست — حکم ناطق مبنئ اطلاق راست
شا را ایجاد ہر عالم یکے است — گر دو صد عالم بود خاتم یکے است
منفرد اندر کمالِ ذاتی است — لاجرم مثلش "محالِ ذاتی" است

(باغی ہندوستان، ص ۱۲۰)

"امیر الروایات" کی روایت اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ مولانا نے اپنے "فتویٰ" اور "امتناع نظیر" میں اختیار کردہ موقف سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔ بلکہ اسیری کے دوران بھی انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اپنی جس غلامانہ وابستگی اور شیفتگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کی موجودگی میں وہ کس طرح مولوی اسمٰعیل کی فکریات سے اتفاق کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی تو دیکھیں کہ مولوی اسمٰعیل حکومت انگلشیہ کا آلہ کار بن کر اسلامی مرکزی خلافت کے مقابلے میں ایک نیا امیر المومنین گھڑتا ہے۔ سرحد آزاد کے جنگجو پٹھانوں میں خلفشار پیدا کر کے ان کی لڑکیوں سے جبراً نکاح کے احکامات صادر کر کے ان عقائد میں خلل ڈال کر ان کے خلاف خانہ جنگی کو جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیتا ہے۔ انگریزوں کے دشمن سکھوں پر دباؤ ڈال کر انھیں انگریزوں سے مصالحت کے لئے مجبور کرتا ہے۔ خود مسلمانوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا جاتا ہے۔ اور اس کا پیر اپنے آپ کو غائب کر دیتا ہے۔ اور آج تک پتہ نہیں کہ ان کا کیا انجام ہوا۔ ان حالات میں "امیر الروایات" مصنفہ اشرف علی تھانوی میں مذکور افسوس اور ندامت کی وجہ سے آہ و زاری ایک افسانہ اور طولانی کہانی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

مولوی اسمٰعیل اور اس کے پیر و مرشد سید احمد بریلوی کا سکھوں کے خلاف جہاد جو حیثیت رکھتا ہے اور جس طرح تاریخ گھڑی گئی ہے اس کا پردہ۔ محمد محبوب علی خاں لکھنوی نے تاریخ اعیان وہابیہ بہ دلائل و براہین سے چاک کیا ہے:-

اسمٰعیل دہلوی اور ان کے مرشد سید احمد بریلوی کی اس جنگِ زرگری سے برٹش کو حسب ذیل فائدے ہوئے ۔

(۱) دہلی اور ہندوستان کے دیگر بلاد اسلامی کے ساتھ جہاد اور غیرت مند مسلمانوں سے اکثر خالی ہو گئے۔

(۲) مغل سلطنت کے جاں نثار اس کے قرب میں کم ہو گئے۔

(۳) سلطنتِ ہند کی قوت کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔

(۴) ہندوستان پر مکمل قبضہ کرنا انگریزوں کو آسان ہو گیا۔

(۵) ان دونوں کی ایجنسی سے انگریزوں کی قوت بڑھی۔

(۶) ان کی جنگِ زرگری پنجاب پر بھی انگریزوں کا تغلب آسان ہو گیا۔

(۷) سرحدی مسلمانوں میں ان دونوں نے پھوٹ ڈال دی۔

(۸) آزاد قبائلیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ انھیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔

(۹) قبائلی مسلمانوں کے قتل کے فتوے بار بار لکھے اور شائع کئے۔

(۱۰) پٹھانوں کی طاقت کمزور کرا دی۔

(۱۱) کافروں کے مقابل ان کی جوا خیزی کرائی۔

(۱۲) کتاب تقویۃ الایمان کے ذریعہ مسلمانوں میں نفاق و شقاق کی آگ بھڑکائی۔

(۱۳) دوسری ریاستوں اور حکومتوں کو بھی خطوط و سفیر بھیج بھیج کر پنجاب کی طرف متوجہ کیا۔ اور سلطنتِ مغلیہ کی مدد سے غافل کر دیا۔

(۱۴) فرقہ بندی شروع کرائی۔ گھر گھر لڑائی کرائی۔ کچھ دنوں بعد ہی برٹش نے تغلب حاصل کیا۔ اور کچھ دنوں بعد ان کی مدد کی بنا پر انگریزوں نے نہ صرف دہلی بلکہ تمام ہند پر تسلط جما لیا:

آخر میں حکومت پاکستان کو توجہ کرانا چاہتے ہیں کہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے جہاد کی حقیقت واضح کرنے کے لئے ایک ہسٹاریکل ریسرچ

پوری غور و فکر کر کے اور اس کے دور کی تاریخ از سر نو مرتب کی جائے۔ اور مندرجہ ذیل حقائق کو خاص طور پر پیش نظر رکھا جائے ::

۱۔ فضل حق کی دین کی رو سے اسلام کے دشمنوں اور ملک کے غاصبوں پر جہاد واجب تھا۔ جبکہ اسمٰعیل دہلوی کے مذہب کی رو سے یہ بات فرض تھی کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں کبھی شریک نہ ہوں۔

۲۔ فضل حق کا جہاد صرف انگریز کے خلاف تھا۔ مگر اسمٰعیل دہلوی بحث میں جس عالم سے عاجز آ جاتے، اس کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیتے۔

۳۔ فضل حق جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے عظیم رہنما تھے۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں انگریزوں نے مسلمانوں پر ظلم و استبداد کی انتہا کر دی۔ اس کے مقابلے میں اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد کا اعلان تھا۔ کہ سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے۔ مگر مسلمانوں پہ کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی۔ اس کے خلاف جہاد نہیں۔

۴۔ فضل حق اور ان کے ساتھیوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ خادم اور نام لیوا کی حیثیت سے جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ جبکہ سید احمد بریلوی نے اپنے آپ کو مامور من اللہ کہا۔ اپنے اوپر الہام ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اسمٰعیل دہلوی کو سید احمد کا خلیفہ بمنزلہ حضرت عمرؓ قرار دیا گیا۔

۵۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فضل حق خیر آبادی کی خدمات جلیلہ کا اعتراف غیر جانبدار مورخین کے علاوہ جانبدار وہابیوں کو بھی کرنا پڑا۔ وہ اس جنگ کے ہیرو کہلائے۔ اس کے برعکس سید احمد اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ساتھی مجاہدین کو سندھ اور سرحد کے لوگ انگریز کا جاسوس سمجھتے تھے۔

۶۔ فضل حق کے خلاف استغاثے کے گواہ شہادت سے منحرف ہو گئے۔

تو خود انھوں نے اقبالِ جرم کر کے کالے پانی اور شہادت کو خوش آمدید کہا۔ لیکن اسمٰعیل و سید احمد کے خلاف اس شکایت کی تردید انگریز افسروں نے خود کی کہ یہ انگریز کے مخالف ہیں۔

۷۔ انگریزوں کی حکومت فضلِ حق سے جہاد کا ہدف تھی۔ اس کے مقابلے میں اسمٰعیل دہلوی کے جہاد کی راہ میں گورنمنٹ انگلشیہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ ہر طرح کی معاونت کی۔

۸۔ اسمٰعیل دہلوی مرہٹوں اور ٹیپو سلطان کے انگریزوں کی راہ سے ہٹ جانے کے بعد سکھوں کو ان کی راہ سے ہٹانے کے لئے سرگرمِ عمل رہے۔ ان کی کوشش سے سکھ حکومت پر انگریز حکومت فتح یاب ہوئی، جبکہ صرف مغل حکومت باقی تھی جسے بچانے اور انگریز کا اقتدار ختم کرنے کے لئے فضلِ حق نے جان کی بازی لگادی۔

۹۔ فضلِ حق نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ اور اس جہاد میں زیادہ حصہ لیا۔ اسمٰعیل دہلوی نے حضور محمد نور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر جہاد کا فتویٰ دیا۔ اور اہلِ اسلام اور سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔

۱۰۔ فضلِ حق کو انگریز غاصبوں نے کالے پانی کی سزا دی۔ جہاں مصائب و شدائد کو برداشت کرتے ہوئے وہ شہید ہو گئے۔ اور اسمٰعیل دہلوی اور ان کے تمام ہمراہیوں کو جہاد کے لئے تیار کرنے کی خاطر انگریزوں نے کھانے کھلائے۔ سرحد میں ان کے لئے ہنڈیاں بھیجیں۔ اور ہر طرح ان کو مضبوط و مستحکم کیا۔

۱۱۔ فضلِ حق نے عدالت میں اپنے فتویٰ جہاد پر اصرار کیا۔ اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں کی خوشحال رعایا ہونے کا اقرار کیا۔

١٢۔ فضل حق نے والیانِ ریاست کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر اکسایا اور سید احمد بریلوی نے سرحدی امراء کو خطوط لکھے، جن میں سکھوں اور مخالف مسلمانوں سے قلع قمع کے عزم کا اظہار کیا۔

١٣۔ فضل حق نے مسلمانوں کو دین کی اصل پر قائم اور متحد رکھنے کے لئے کام کیا، اور اسمٰعیل صاحب نے مسلمانوں کی تکفیر کی، اور ان میں پھوٹ ڈالی۔

١٤۔ فضل حق غیر ملکی غاصبوں سے نفرت کرتے تھے، اسمٰعیل دہلوی غیر ملکی غاصبوں کی فرمانبرداری پر مفتخر تھے۔

١٥۔ فضل حق جنگِ آزادی کے سرکردہ لیڈر جنرل بخت خاںؒ اور بہادر شاہ ظفرؒ کے معتمد اور مشیر تھے، اور اسمٰعیل و سید احمد انگریز حکام کے معتمد تھے، سرحد میں ان کے جاسوس بھیجے گئے اور انگریزوں نے انہیں ہر قسم کی مراعات دیں۔

١٦۔ فضل حق بہادر شاہ ظفرؒ پر زور دیتے تھے، کہ مجاہدین جنگِ آزادی کی ہمت افزائی کریں اور انہیں بہتر معاوضہ دیں۔ اسمٰعیل و سید احمد سرحدی قبائل کی نوجوان لڑکیوں سے زبردستی نکاح کرتے تھے، اور ان کے انکار پر انہی کے خلاف ہی "جہاد" کا علم اٹھا لیتے رہے۔

سوادِ اعظم اہلِ سنت کی ذمہ داری: سوادِ اعظم اہلِ سنت کی تمام سیاسی، مذہبی، تعلیمی، تمدنی، تہذیبی، معاشرتی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ علامہ فضل حق خیرآبادی کی تاریخ ساز شخصیت سے قوم کو روشناس کرائیں۔ اور جس طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت کی شخصیت کو متعارف کرایا ہے، اس سلسلۂ عالیہ کے سرخیل علامہ فضل حق خیرآبادی کی خدماتِ جلیلہ خاص طور پر تحفظِ ناموسِ رسالت کے سلسلہ میں ان کی مساعیٔ عظیمہ کو تحریر و تقریر سے قوم کے سامنے لائیں۔

ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم

مولانا فضل حق خیرآبادی پہلودار شخصیت

مولانا فضل حق خیرآبادی نابغۂ روزگار تھے۔ اور مختلف الانواع اور پہلودار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جہاں علم و دانش اور فلسفہ و حکمت کے بحر بیکراں تھے۔ گلستان شعر و ادب کی نسیم و بہار بھی تھے۔ وہ علوم عقلی و نقلی کے ساتھ ساتھ علوم طریقت و ولایت کے رازدار بھی تھے۔ انھوں نے فخرالدین رازی کی طرح غبار راہ کے بگولوں کا لطف بھی لیا ہے۔ اور مولانا روم کی مانند پردۂ محمل اٹھا کر لیلیٔ مقصود کا دیدار بھی کیا ہے۔ وہ جہاں میدان جنگ کے نشیب و فراز اور فنون حرب کے رموز و اسرار سے آگاہ تھے۔ گلشن امن و دوستی کے محرم اسرار بھی تھے۔ گلشن یاراں میں نسیم نرم رو اور بیابان اعدا میں سیلاب بلاخیز تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انھیں چیتے کا جگر اور شیر کا دل دیا تھا۔ اور یہ اللہ ہی کا حوصلہ تھا۔ کہ جب سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل کا انگریزی طاقت کے آگے پتا پانی ہو گیا تھا۔ انھوں نے اسی وقت کے غاصب انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ نہ صرف جہاد کا فتویٰ دیا۔ بلکہ عملاً جہاد میں حصہ لیا۔ اور جنرل بخت خاں اور جنرل محمود خاں کے قریبی ساتھی رہے۔ انھوں نے اپنے زمانے کے دوسرے علماء کو بھی فتویٰ جہاد میں اپنے ساتھ شامل کیا۔ اور مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا فیض احمد بدایونی، مولوی وزیر خاں اکبرآبادی وغیرہ کے انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد پر دستخط کرائے۔ اور آخر اسی کو جرم بنا کر انگریزوں نے مجاہدین میں سے بعض کو جزیرہ دریائے شور کی سزا دی۔ اور بے وطنی کے عالم میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ اس کے مقابلے میں آج کے پروپیگنڈے کے زور پر بنائے گئے مجاہدین سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل نے انگریز کے خلاف

قرار دیتا تھا نے اور جہاد کرنے کو حرام قرار دیا۔ اور یہاں تک کہ اعلان کیا کہ انگریز
کے عہد میں ہم امن و امان سے رہ رہے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے ملاحظہ
سرسید حصہ دوم ص ۱۴۴ اور سوانح احمدی (مصنفہ مولانا جعفر تھانیسری) صاف
یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس قسم کے فتوے کا اولین نقش تھا۔ اور آپ کے
لئے شاید یہ بات بھی حیران کن ہوگی کہ سکھوں کے خلاف لڑنے والے اُن
مجاہدوں میں سے ایک مجاہد کا مزار ایک سکھ امر سنگھ نے بنوایا تھا۔ اس کا
انکشاف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کیا ہے۔ ان کا یہ بیان قارئین کی اطلاع
کے لئے نقل کیا جاتا ہے :۔

"آدمیوں نے سید احمد بریلوی کا صرف بدن پایا۔ ان کا سر جو
بموجب وصیت اُن کے سر سے جُدا کر دیا گیا تھا، نہیں ملا۔
امر سنگھ نے بہ تعظیم و اکرام عام مزار بنا دیا۔" (امداد المشتاق ص ۱۲)

میں نے مولانا فضل حق خیر آبادی کی جن مختلف حیثیتوں کا اجمالاً ذکر کیا ہے
اور اُن کی وضاحت میں ان چند اہم اشخاص کی آراء کا ذیل میں ذکر کیا جاتا
ہے۔ جو یا تو ان کے ہم عصر تھے اور یا اُن کے بالکل قریبی زمانے کے تھے۔
کیونکہ ان سے بڑھ کر صحیح رائے دینے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مولوی رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند (۲۰۸ / ۲۰۰۰) میں لکھتے ہیں: "منطق،
حکمت، فلسفہ، ادب، کلام اور اصول شعر جیسے علوم میں بیان سے باہر
صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کی نظم چار ہزار اشعار سے زائد پر مشتمل ہوگی"
(ترجمہ از فارسی)

سرسید احمد خاں کہتے ہیں :۔
جمیع علوم و فنون میں یکتائے روزگار اور منطق و حکمت کی تو گویا انہی کی
فکر عالی نے بنا ڈالی ہے۔ باایں ہمہ کمالات علم و ادب میں ایسا علم سرفراز کی

ترین آدمی ہے جو کسی وقت بھی بے حد نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے انصاف اور امن عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے۔

مولانا کو گرفتار کر کے جب انگریزی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس عدالت کا انگریز جج، مولانا کی شخصیت سے ایسا مرعوب ہوا کہ اس میں ان کو بری کرنے کی خواہش بیدار ہو گئی۔ جج چاہتا تھا کہ کسی طرح مولانا یہ کہہ دیں کہ وہ مولانا فضل حق نہیں جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ گواہوں سے بھی شناخت پر یہ کہلوا دیا گیا۔ کہ وہ مولانا نہیں۔ جن کی اعوس نے مخبری کی ہے۔ لیکن جرأت دیکھئے کہ اس چیتے کے جگر اور شیر کے دل والے مجاہد مولوی کی خطرناک ترین انجام سامنے ہوتے ہوئے بھی کہہ رہا ہے کہ یہ فتویٰ میں نے ہی دیا تھا۔ میں ہی وہ مولانا فضل حق ہوں۔ میرا اب بھی یہ فتویٰ ہے کہ انگریز غاصب ہے۔ سہ ماہی رسالہ الزبیر بہاولپور کے تحریک آزادی نمبر ۱۹۷۰ء ص ۲۰۹ پر یہ عبارت موجود ہے کہ مولانا کہہ رہے تھے کہ وہ فتویٰ صحیح ہے۔ اور میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری یہی رائے ہے مخبر نے گواہ کے متعلق مولانا کہنے لگے۔ یہ گواہ اب عدالت کے سامنے میری صورت سے مرعوب ہو کر جھوٹ بول رہا ہے۔ اور مزید کہا کہ جس مخبر نے میرے فتویٰ کی خبر کی ہے۔ اس کے بیان کی میں توثیق کرتا ہوں۔ کہ یہ میرا ہی لکھا ہوا ہے اور میرے ہی مشورے سے دوسرے علماء نے اس پر دستخط کئے ہیں۔ مجھے خدا کے حضور جانا ہے میں غلطیات مذہب کے معاملے میں نہیں بول سکتا۔ یہ بات کتاب ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء" ص ۲۰۵ پر بھی موجود ہے

اس دور کے بہت سے لوگوں کے لئے شاید یہ بات بھی نئی ہو۔ کہ مولانا فضل حق اور ان کے ساتھی مجاہدین آزادی کو جو اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ آج کے پروپیگنڈے کے زور پر بنائے گئے مجاہدین سید احمد

بریلوی اور شاہ اسمٰعیل کے پیروکار فتنے اور تلنگے کہتے ہیں۔ اور پہلے سے خراب شدہ
عاقبت کو مزید خراب کر رہے ہیں۔ یقین نہ آئے تو عبارتوں کو دیکھئے۔

"نواب محمد صدیق حسن خان ترجمان وہابیہ (ص) میں لکھتے ہیں۔

پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے علم مذہبی سے جاہل ہیں۔
اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جائے۔ اور یہ امن
و امان جو آج حاصل ہے۔ فساد کے پردے میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جائے
سخت نادانی اور بے وقوفی کی بات ہے۔ بھلا ان ناعاقبت اندیشوں کا
چاہا ہوگا۔ یا اس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوا۔"

یعنی نواب مذکور کے نزدیک انگریزوں کے خلاف جہاد نہ کرنا پیغمبر صادق
کے فرمان کے مطابق ہے۔ انگریز دوستی اور انگریز پرستی میں حماقت اور ذلالت
کی حد تک بڑھ جانا نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کتاب کے ص ۵۵ پر نواب
صدیق حسن خان نے مزید لکھا ہے کہ زمانہ غدر میں سرداروں اور تلنگوں
بعض مولویوں سے زبردستی جہاد کے مسئلہ پر مہر کرائی۔ اسی طرح مولوی محمد حسین
بٹالوی جو وہابیوں کے مناظر عالم ہوئے ہیں۔ اپنی کتاب "الاقتصاد فی مسائل الجہاد"
میں کہتے ہیں۔ کہ جن مسلمانوں نے جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا۔ وہ قرآن و
حدیث کے رو سے مفسد، باغی اور بدکردار تھے۔ ان میں سے جو علماء کہلاتے
تھے وہ بھی قرآن و حدیث سے بے بہرہ، نافہم اور بے سمجھ تھے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا فیض احمد
جیسے بزرگوں اور ان کے ساتھی اور مجاہدوں کو تلنگے فتنے، بے علم، بدکردار
اور قرآن و حدیث سے بے بہرہ کہنا کس علم عقل فکر مسلک مذہب کی رو سے
مناسب ہے۔ کوئی جواب دے تو کہا جائے گا کہ فرقہ واریت پھیلائی جا رہی ہے۔

مولانا وصایا الخطیب
جماعت اہلسنت کراچی

بطلِ حریت علامہ

فضل حق خیرآبادی کی سیاسی بصیرت

ہندوستان کی صد سالہ مکمل غلامی میں کتنی مرتبہ مسلمانوں پر مصائب و شدائد کے پہاڑ ٹوٹے گئے اس کا اندازہ فرمائیے کہ اسی حکومتِ برطانیہ کے ہاتھوں سرزمین حجاز و شام کے ٹکڑے ہوئے اسی کے ہاتھوں ترکی کا مردِ بیمار گرفتارِ آزار ہوا۔ اسی نے قبلۂ اول بیت المقدس جیسے پاک خطہ کو ناپاک بنانے کی سازش کی۔ اسی کی بدولت ترکی اور عرب کے مسلمانوں پر ہندوستانی فوجوں نے گولیاں چلائیں۔ مرحلہ قوم کی بربادی کی ذمہ دار یہی بدنام حکومت تھی۔ انڈونیشیا اور وزیرستان پر بمباری و فوج کشی کرنے والی یہی سلطنت تھی۔ خلافت کی چادر کے ٹکڑے ٹکڑے اسی دولتِ برطانیہ نے کئے تھے۔ ان تمام دردناک مصائب کے باوجود ہندوستان کا مسلمان عیش پرست و جاہ پسند طبقہ امراء خوابِ غفلت میں سوتا رہا۔ بلکہ ظلم کی انتہا ہے کہ مسلمانانِ ہند اور مقاماتِ مقدسہ کے مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کرانے کے لئے انگریزوں کی بھرتی کرائی۔ حیثیت سے زیادہ برطانیہ حکومت کو چندے دیئے، اور اس طرح وفاداری کا پورا پورا صرف ہو گیا۔ اس کے عوض بڑے بڑے عہدے اور خطابات حاصل کئے۔ انعام جاگیریں پائیں۔ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت اور فطری فہم و فراست کا اندازہ رسالہ "الثورۃ الہندیہ" سے لگائیے۔ علامہ نے اس میں بتایا ہے۔ کہ ہندوستان پر تسلط کے بعد انگریز بقاءِ سلطنت کے لئے دو اسکیموں پر عمل کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔

اول یہ کہ پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب اسلامیہ مٹنے کے بعد اسکولوں کی یکساں تعلیم کا رواج جس سے ہر مذہب و ملت کے افراد ایک ہی رنگ میں رنگے جائیں۔

دوم یہ کہ غلہ پر کنٹرول کر کے خدا کی مخلوق کو سر جھکانے پر مجبور کر دیا جائے۔ چنانچہ

علامہ لکھتے ہیں :-

"انگریزوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیاد پر فرقوں کا اختلاف تسلط و قبضہ کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوگا۔ اور سلطنت میں انقلاب پیدا کر دے گا۔ اس لئے پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مذہب و ملت کو مٹانے کے لئے طرح طرح کے مکر و حیلہ سے کام لینا شروع کیا۔ انھوں نے بچوں اور ناسمجھوں کی تعلیم اور اپنی زبان و مذہب کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے۔ پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔

دوسری ترکیب یہ سوچی کہ مختلف طبقات پر قابو اس طرح حاصل کیا جائے۔ کہ زمین بھر کے غلہ کی پیداوار کاشتکاروں سے خرید کر نقد دام ادا کئے جائیں۔ اور ان طریقوں کو خرید و فروخت کا کوئی اختیار نہ دیا جائے۔ اس طرح نرخ کے گھٹانے اور بڑھانے اور منڈیوں تک اجناس پہنچانے اور نہ پہنچانے کے خود ہی ذمہ دار بن بیٹھے۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا کی مخلوق مجبور و معذور ہو کر ان کے قدموں میں آ پڑے اور خوراک وغیرہ نہ ملنے پر ان کے ہر حکم کی تعمیل اور ہر مقصد کی تکمیل کرے!

پہلی اسکیم کے متعلق لارڈ میکالے کے یہ جملے سننے کے لائق ہیں۔ کہ

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے کہ جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو۔ اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو"

بعد میں انگریز نے ان اسکیموں کو عملی جامہ پہنایا۔ جو مسلمانوں کی بربادی کا سبب بنیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله۔ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو۔ یہ اللہ کے نور سے سب کچھ دیکھ اور سمجھ لیتا ہے۔

ان لوگوں کو ہوش آ جانا چاہیئے۔ جو کہتے ہیں کہ مولوی کو سیاست نہیں آتی۔ آئیے

"جب تک فضلِ حق شاملِ نہ ہو انسان مولانا فضل حق کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔" [7]

سر سید تحریک کے ترجمان رئیس احمد جعفری آپ کی حربی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولانا فضل حق خیر آبادی علمی قابلیت میں نظیر نہیں رکھتے تھے ان کو فتویٰ جہاد کی پاداش اور جرم بغاوت میں انڈیمان بھیجا گیا۔" [8]

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی حضرت علامہ خیر آبادی علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"علامہ فضل حق نے ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں انگریزوں کے خلاف سخت حصہ لیا جس کے نتیجے میں گرفتار کر کے کالے پانی بھیج دیئے گئے، جہاں اس فاضل اجل عالم بے بدل نہایت کسمپرسی بے بسی اور لاچاری کی حالت میں ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو انتقال کیا اور علم و دانش اور فضل و ہنر کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔" [9]

حضرت خیر آبادی انگریزی تسلط، اسماعیل دہلوی کی فرنگیوں سے ملی بھگت کے خلاف تھے اور آپ یہ بخوبی جانتے تھے کہ فرنگی تسلط، انگریزوں کی پاسداری دین فطرت کے بالکل منافی ہے، دیوبندی اور وہابی مذہب کے ترجمان غلام رسول مہر حضرت علامہ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"مولانا (فضل حق خیر آبادی) کے دہلی پہنچنے سے پیشتر بھی لوگوں نے جہاد کا پرچم بلند کر رکھا تھا، مولانا پہنچے تو مسلمانوں کو جنگ آزادی پر آمادہ کرنے کی غرض سے باقاعدہ ایک فتویٰ مرتب ہوا، جس پر علماء دہلی کے دستخط لئے گئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ فتویٰ مولانا فضل حق ہی کے مشورے سے تیار ہوا تھا اور انہی نے علماء کے نام تجویز کئے جن پر دستخط لئے گئے۔" [10]

---

[7] محمد یوسف سلیم لاہوری، مقدمہ شرح دیوان غالب، ص ۱۰۰ مطبوعہ لاہور

[8] رئیس احمد جعفری، بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد، ص ۳۱۵ مطبوعہ لاہور

[9] شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، حاشیہ مقالات سر سید حصہ شانزدھم، ص ۲۳۰

[10] غلام رسول مہر، ۱۸۵۷ء کے مجاہد، ص ۲۰۶، مطبوعہ لاہور

غلام رسول مہر کی تحریر کے بعد اب شکور احسن صاحب کا مضمون ملاحظہ فرمایئے۔

"جب برطانوی استعمار کے خلاف ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہوا
تو بعض شاعروں، ادیبوں اور عالموں نے اس میں سرگرمی سے
حصہ لیا اور انگریزی حکومت کا اقتدار بحال ہو جانے کے بعد ان
پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مولانا فضل حق کو جہاد کا فتویٰ
صادر کرنے کے جرم میں انڈیمان بھیجا گیا۔"[1]

دارالندوہ کے مشہور ترجمان مسعود عالم ندوی حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی (۱۲۵۶ھ – ۱۳۳۸ھ) نے سرکار
انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور حد یہ کہ وقت کے بعض
مشہور حنفی علماء مولانا فضل حق خیرآبادی اسیر انڈیمان متوفی
(۱۲۷۸ھ) اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (ف ۱۳۱۹ھ) وغیرہم
کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔"[2]

محمد حسین بٹالوی حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی اور حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کو انگریزوں سے بغاوت و مخالفت کرنے کے طعنے کیوں نہ دیتے۔ کیونکہ بٹالوی صاحب تو خود برطانوی استعمار کے زبردست حامی تھے۔ بہرحال یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علامہ خیرآبادی انگریزوں کے حامی نہیں بلکہ زبردست مخالف تھے۔ مجاہد الحسینی دیوبندی ایڈیٹر روزنامہ نوائے پاکستان حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان لوگوں پر اظہار افسوس کرتے ہوئے جنہوں نے آپ کے کارناموں کو نظرانداز کر دیا لکھا ہے

"۱۸۵۷ء کی جدوجہد میں شریک ہونے والوں میں سپاہی بھی تھے
اور عالم بھی۔ سپاہیوں نے اپنی تلوار سے جہاد کیا اور علماء نے اپنے
علم کو غلامی سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا، افسوس یہ ہے
کہ غیر ملکی اقتدار نے ان کے کارناموں کو ایسا مسخ کیا ہے کہ اب انہیں

---

[1] شکور احسن، ماہنامہ خیال لاہور سن ستاون نمبر، ص ۲۶۸، بابت مئی ۱۹۵۷ء
[2] مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۷۲، مطبوعہ دارالاشاعت نشأۃ ثانیہ حیدرآباد دکن۔

میں رنگ روپ میں پیش آنا ایک بڑا مشکل مسئلہ بن گیا ہے
مولانا فضل حق خیرآبادی بھی جن کا علم و فضل آج بھی ضرب المثل
ہے۔ جنگ آزادی میں اسی نوعیت سے شریک تھے جیسے دوسرے
ممتاز اکابر۔"[1]

مجاہد الحسینی کا یہ اظہار افسوس بجا ہے کہ حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمۃ کے حسب کارناموں کو دانستہ طور پر نظر انداز کر دیا گیا، اور اسی مجاہد الحسینی کے ہم عقیدہ مستقیم احسن حامدی فاضل دیوبند اپنے ایک مضمون میں حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمۃ کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"مولانا فضل حق خیرآبادی بھی "باغی" قرار دیے گئے سلطنت
مغلیہ کی وفاداری، فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں مولانا
ماخوذ کر کے سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔"[2]

محمد اسماعیل ذبیح (غیر مقلد) اپنے ایک مضمون بعنوان بھولی ہوئی کہانیاں میں حضرت مولانا خیرآبادی علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی یہ انقلابی تحریک سراسر ایک غیر فرقہ وارانہ تحریک
تھی اس کا آغاز علمائے حق کے خون سے ہوا تھا۔ مولانا خیرآبادی اس
کے ہراول تھے۔"[3]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تحریک کے بانی مبانی حضرت علامہ خیرآبادی علیہ الرحمۃ تھے کہ جس نے دہلی کی لال قلعہ کے قریب بادشاہی مسجد کی سیڑھیوں میں جمعہ کے روز کھڑے ہوئے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ پڑھ کر سنایا جس سے انگریزوں اور ان کے پرستاروں میں کھلبلی مچ گئی۔ اور انگریزوں نے آپ کو گرفتار کر کے لکھنؤ کے قلعہ میں آپ پر مقدمہ بجرم بغاوت چلایا گیا آپ کے اعتراف حق کی بنا پر آپ کو کالے پانی (انڈیمان) بھیجا گیا، مجاہد الحسینی کے مضمون کے آخری الفاظ ہیں۔

"علامہ فضل حق کو بھی باغی قرار دیا گیا۔ اسیر فرنگ ہو کر بند ہوئے

---

[1] مجاہد الحسینی، روزنامہ امروز (نوائے پاکستان) لاہور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر ص ۱۱، ۲ مئی ۱۹۵۷ء

[2] مستقیم احسن حامدی، ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ص ۱۰، ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

[3] محمد اسماعیل ذبیح، ہفت روزہ چٹان لاہور، ص ۱۷، ۹ فروری ۱۹۶۷ء